یادگار فیصلہ

گستاخِ رسول سزائے موت کا مستحق ہے

جسٹس محمد نوید اقبال

قانون توہین رسالت ﷺ (دفعہ 295۔سی تعزیرات پاکستان):

نبی کریم حضرت محمد ﷺ کی شان میں اہانت آمیز کلمات کا استعمال:

''جو شخص بذریعہ الفاظ زبانی، تحریری یا اعلانیہ، اشارتاً یا کنایتاً، بالواسطہ یا بلاواسطہ بہتان تراشی کرے یا رسول کریم حضرت محمد ﷺ کے پاک نام کی بے حرمتی کرے، اسے سزائے موت یا سزائے عمر قید دی جائے گی اور وہ جرمانہ کا بھی مستوجب ہوگا۔

''دفعہ 295 سی میں ''یا عمر قید'' کا لفظ مکمل اسلامی سزا کے خلاف تھا، اس لیے وفاقی شرعی عدالت نے اکتوبر 1990ء میں اپنے فیصلے میں صدر پاکستان کی ہدایت کی کہ وہ 30 اپریل 1991ء تک اس قانون کی اصلاح کریں اور ''یا عمر قید'' کے الفاظ ختم کریں، اور یہ کہ اگر تاریخ مقررہ تک ایسا نہ کیا گیا تو پھر اس کے بعد یہ الفاظ خود بخود کالعدم متصور کیے جائیں گے اور صرف سزائے موت، ملک کا قانون بن جائے گا، چنانچہ مقررہ تاریخ تک یہ کام نہ ہو سکا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے مطابق یہ الفاظ خود بخود کالعدم ہو گئے۔''

امریکی خواہش پر حکومتی ترمیم کا مسودہ قانون توہین رسالت ﷺ:

دفعہ 295۔سی تعزیرات پاکستان

نبی کریم حضرت محمد ﷺ کی شان میں اہانت آمیز کلمات کا استعمال:

''جو شخص بذریعہ الفاظ زبانی، تحریری یا اعلانیہ، اشارتاً یا کنایتاً، بالواسطہ یا بلاواسطہ

بہتان تراشی کرے یا رسول کریم حضرت محمد ﷺ کے پاک نام کی بے حرمتی کرے، اسے زیادہ سے زیادہ دس سال سزائے قید دی جائے گی، اس الزام کے تحت ملزم کے خلاف مقدمہ درج نہ ہوگا اور نہ ہی پولیس ملزم کو گرفتار کرے گی اور جو شخص اس جرم (توہین رسالت ﷺ) کا الزام کسی پر لگائے، وہ ڈی سی او (ڈپٹی کمشنر) کے روبرو درخواست دے کہ ''فلاں شخص'' نے توہین رسالت ﷺ کا ارتکاب کیا ہے۔ متعلقہ ڈی سی او (ڈپٹی کمشنر) اپنے طور پر اس امر کی تحقیقات کرے گا کہ یہ الزام کہاں تک صحیح ہے، اگر وہ تفتیش کے بعد اس الزام کی تصدیق نہ کرے تو مدعی (مقدمہ درج کرانے والا) کے خلاف مقدمہ درج ہوگا جس کی سزا زیادہ سے زیادہ دس سال قید ہوگی اور وہ فوری طور پر گرفتار ہوگا۔''

دل کی بات:

14 جون 2009ء کو ضلع ننکانہ صاحب کے ایک نواحی گاؤں اٹانوالی میں عیسائی مذہب کی مبلغہ آسیہ مسیح نے قرآن مجید اور حضور نبی کریم ﷺ کی شانِ اقدس میں نہایت نازیبا، دل آزار اور گستاخانہ کلمات کہے جن کو دہرانے کی میرا قلم اجازت نہیں دیتا۔ وفاقی وزیر اقلیتی امور شہباز بھٹی کی مداخلت سے کئی دن تک ملزمہ کے خلاف پرچہ درج نہ ہوسکا۔ وفاقی وزیر کی اس حرکت سے علاقہ بھر میں غم وغصے کی لہر دوڑ گئی۔ بالآخر 19 جون 2009ء کو آسیہ مسیح کے خلاف تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ 295-سی کے تحت ایف آئی آر نمبر 326 درج کر لی گئی۔ ملزمہ کو گرفتار کر کے حفاظتی اقدام کے طور پر ڈسٹرکٹ جیل شیخوپورہ بھیج دیا تھا۔ اہم بات یہ ہے کہ اس کیس کی تفتیش پنجاب پولیس میں نیک نامی اور دیانت داری کی مثالی شہرت رکھنے والے جناب سید محمد امین بخاری ایس پی شیخوپورہ نے کی، جنھوں نے 26 جون 2009ء کو ضابطہ فوجداری کی دفعہ 161 کے تحت آسیہ مسیح کا بیان ریکارڈ کیا اور نہایت جانفشانی، غیر جانبداری اور شفاف طریقے سے اس کیس کے تمام پہلوؤں کی مکمل تفتیش کرتے ہوئے آسیہ مسیح کو واقعی ملزمہ قرار دیا اور اپنی رپورٹ میں لکھا کہ ملزمہ آسیہ مسیح کا حضور نبی کریم ﷺ کی شان میں اور قرآن مجید کے متعلق گستاخانہ باتیں کرنا ثابت ہوا

ہے۔ ملزمہ نے یہ تمام باتیں نہ صرف تسلیم کیں ہیں بلکہ اپنی غلطی کی معافی بھی مانگی ہے۔

اس مقدمہ کی سماعت ایڈیشنل سیشن جج ننکانہ صاحب جناب محمد نوید اقبال کی عدالت میں ہوئی۔ ملزمہ کی طرف سے اکبر منور درانی ایڈووکیٹ، طاہر گل صادق ایڈووکیٹ، چوہدری ناصر انجم ایڈووکیٹ، جسٹن گل ایڈووکیٹ، طاہر بشیر ایڈووکیٹ، ایرک جون ایڈووکیٹ، منظور قادر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ، جبکہ استغاثہ کی طرف سے میاں ذوالفقار علی ایڈووکیٹ پیش ہوئے۔ تقریباً ڈیڑھ سال تک اس مقدمہ کی سماعت ہوتی رہی۔ 8 نومبر 2010ء کو اس مقدمہ کا فیصلہ سناتے ہوئے ایڈیشنل سیشن جج نے جرم ثابت ہونے پر ملزمہ آسیہ مسیح کو تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ 295-سی کے تحت سزائے موت کا مستحق قرار دیتے ہوئے اپنے فیصلہ میں لکھا:

''یہاں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اس گاؤں میں عیسائی حضرات کی ایک کثیر تعداد مسلمانوں کے ساتھ کئی نسلوں سے آباد ہے۔ لیکن ماضی میں اس قسم کا کبھی کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔ مسلمان اور عیسائی دونوں ایک دوسرے کے مذہبی جذبات اور اعتقادات کے سلسلے میں برداشت اور رواداری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اگر توہین رسالت ﷺ کا اس قسم کا کوئی واقعہ پہلے کبھی اس گاؤں میں پیش آیا ہوتا، تو یقیناً فوجداری مقدمات اور مذہبی جھگڑے اس گاؤں میں پہلے سے موجود ہوتے۔ لہٰذا اس دفعہ یقیناً توہین رسالت ﷺ کا ارتکاب ہوا ہے۔ جس کے باعث مقدمہ درج ہوا اور عوامی اجتماع منعقد ہوا اور یہ معاملہ اس قصبے اور اِرد گرد میں موضوع بحث بن گیا۔ یہاں یہ ذکر کرنا بھی مناسب ہوگا کہ نہ تو ملزمہ خاتون نے اپنی صفائی میں کوئی شہادت پیش کی، اور نہ ہی دفعہ (2)340، ضابطہ فوجداری کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے اوپر لگائے گئے الزامات غلط ثابت کیے۔ مندرجہ بالا بحث کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ استغاثہ نے اس مقدمہ کو کسی شک وشبہ سے بالاتر ثابت کر دیا ہے۔ تمام استغاثہ گواہان نے استغاثہ کے موقف کی متفقہ اور مدلل انداز میں تائید وتصدیق کی ہے۔ استغاثہ گواہان اور ملزمہ، اُن کے بزرگوں، یا ان کے خاندانوں میں کسی دشمنی کا وجود نہیں پایا جاسکا۔ لہٰذا ملزمہ خاتون کو ناجائز طور پر اس مقدمہ میں ملوث کیے جانے کا قطعاً

کوئی امکان نہیں۔ ملزمہ کو اس مقدمہ میں کوئی رعایت دیے جانے کا بھی کوئی جواز موجود نہیں۔ لہٰذا میں ملزمہ مسماۃ آسیہ بی بی زوجہ عاشق کو زیر دفعہ 295/C تعزیرات پاکستان کے تحت موت کی سزا کا مجرم ٹھہراتا ہوں۔"

اس فیصلہ کے خلاف دنیا بھر کی سیکولر لابیاں، نام نہاد "انسانی حقوق" کی تنظیمیں اور عیسائی نمائندے میدان میں آگئے۔ عیسائی پوپ بینڈکٹ سے لے کر گورنر پنجاب سلمان تاثیر تک سب نے آسیہ ملعونہ کے دفاع میں احتجاج کرتے ہوئے اس فیصلہ کی مذمت کی اور کہا کہ وہ ایسے کسی فیصلے پر عملدرآمد نہیں ہونے دیں گے۔ پوپ نے ویٹی کن سٹی میں منعقدہ خصوصی دعائیہ تقریب میں آسیہ مسیح کی رہائی کے لیے نہ صرف اس کا نام لے کر دعا کرائی بلکہ صدرِ پاکستان سے بھی اپیل کی کہ اس کی سزا معاف کی جائے۔ اُنھوں نے حکومتِ پاکستان سے یہ بھی مطالبہ کیا کہ قانون توہینِ رسالت کو فوری طور پر ختم کیا جائے۔ پوپ کے بیان کے بعد 20 نومبر 2010ء کو گورنر پنجاب سلمان تاثیر عدالت سے مجرمہ قرار دی جانے والی خاتون سے ملنے کے لیے فوراً ڈسٹرکٹ جیل شیخوپورہ پہنچے۔ جہاں اُنھوں نے سپرنٹنڈنٹ جیل شیخوپورہ کے وی آئی پی کمرہ میں آسیہ مسیح سے خصوصی ملاقات کی اور اُسے حکومتی سطح پر ہر ممکن امداد کا یقین دلایا۔ وہ گورنر ہاؤس سے اپنے ساتھ آسیہ مسیح کو ملنے والی سزا کی معافی کی ٹائپ شدہ درخواست بھی ہمراہ لائے تھے۔ گورنر سلمان تاثیر نے میڈیا کی موجودگی میں آسیہ مسیح سے کہا کہ یہ آپ کی طرف سے تحریر کردہ درخواست ہے، آپ اس پر دستخط کر دیں تا کہ میں بطور گورنر اس درخواست کو صدر آصف علی زرداری تک پہنچا کر سزا کی معافی ممکن بنوا سکوں۔ سزا معافی کے بعد آپ کو یورپ کے کسی ملک میں بھجوا دیا جائے گا۔ اس موقع پر گورنر پنجاب نے پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے ملعونہ آسیہ مسیح کو معصوم قرار دیا اور کہا کہ دنیا کی کوئی طاقت آسیہ مسیح کو سزا نہیں دے سکتی۔ اُنھوں نے کہا کہ قانون توہین رسالت ﷺ ایک "امتیازی، غیر انسانی اور کالا قانون" ہے، جس کو ہر حالت میں ختم ہونا چاہیے۔ اس پریس کانفرنس کے ذریعے یورپی ممالک کو یہ پیغام بھی دیا گیا کہ حکومت آسیہ مسیح کو سزا دینے کے حق میں نہیں ہے اور حکومت ایسے تمام قوانین کو بھی ختم

کر دے گی جو اقلیتوں کی "آزادیِ اظہار" کی راہ میں رکاوٹ ہے۔

30 نومبر 2010ء کو ملک کے جید علماءِ کرام نے قانون توہین رسالت کو "کالا قانون" کہنے اور ملعونہ آسیہ مسیح کی بے جا حمایت و سرپرستی کرنے پر سلمان تاثیر کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔ اسی دن پیپلز پارٹی کی رکن قومی اسمبلی و سابق وفاقی وزیر اطلاعات ونشریات شیری رحمان نے قانون توہینِ رسالت ایکٹ کو ختم کرنے کا بل اسمبلی سیکرٹریٹ میں جمع کرایا۔ اس سے اگلے روز صدرِ پاکستان آصف علی زرداری نے وفاقی وزیر اقلیتی اُمور شہباز بھٹی مسیح کی سربراہی میں اراکین اسمبلی پر مشتمل 9 رکنی کمیٹی تشکیل دی جو قانون توہینِ رسالت کو ختم کرنے کے حوالے سے ایک ماہ کے اندر حکومت کو اپنی سفارشات پیش کرے گی۔

4 جنوری 2011ء کو گورنر سلمان تاثیر کو ان کے سرکاری محافظ غازی ملک ممتاز حسین قادری نے فائرنگ کر کے قتل کر دیا۔ غازی ملک ممتاز حسین قادری نے موقع پر خود کو پولیس کے حوالے کر دیا۔ گرفتاری کے وقت وہ حیران کن حد تک نہایت پرسکون اور مطمئن نظر آ رہا تھا۔ اس نے ابتدائی تحقیقات میں اعتراف کیا کہ "گورنر پنجاب نے قانون توہینِ رسالت کو "کالا قانون" قرار دیا تھا، اس لیے گستاخِ رسول ﷺ کی سزا موت ہے۔ سلمان تاثیر گستاخِ رسول تھا۔ اس نے چونکہ قانون توہینِ رسالت ﷺ کے تحت عدالت سے سزا پانے والی ملعونہ آسیہ مسیح کو بچانے کا عندیہ دے کر خود کو گستاخِ رسول ﷺ ثابت کر دیا تھا۔ اس پر مَیں نے اپنا فرض پورا کر دیا۔ حضور نبی کریم ﷺ مجھے اپنی غلامی میں قبول کر لیں۔ موت اور زندگی میں کوئی فرق نہیں۔"

اس ساری صورت حال کو بگاڑنے میں انتہا پسند سیکولر صحافیوں اور نام نہاد دانشوروں نے نہایت غیر ذمہ دارانہ کردار ادا کیا۔ وہ یکطرفہ طور پر مختلف ٹی وی پروگراموں میں اپنے تئیں مفتی اور قانون دان بن کر متنازعہ گفتگو کر کے جلتی پر تیل کا کام دیتے رہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ گورنر سلمان تاثیر کے قتل کی ذمہ داری انہی فاشسٹ سیکولر صحافیوں پر عائد ہوتی ہے جنہوں نے اُس کی ملعونہ آسیہ کے ساتھ جیل میں وی آئی پی ملاقات

کرنے، سیشن جج کے فیصلہ پر شدید تنقید کرنے، آسیہ مسیح کو معصوم قرار دینے، اُس کی درخواست معافی پر دستخط کروانے، آسیہ کے دفاع میں پریس کانفرنس کرنے، قانون توہین رسالت ﷺ کو کالا قانون کہنے اور اُسے ختم کروانے کی کوششوں کو نہ صرف سراہا بلکہ ''چڑھ جا بیٹا سولی، رام بھلی کرے گا'' کا درس دیتے رہے۔ سلمان تاثیر کے یہ نادان دوست اگر معمولی سا بھی عقل و شعور رکھتے تو اُسے خلافِ آئین و قانون سرگرمیوں سے روکتے، اسے مشورہ دیتے کہ معاملہ عدالت میں ہے، اسے عدالت پر چھوڑ دینا چاہیے مگر امریکی ڈالروں کی چمک میں اندھے ہونے والے بھلا کہاں کسی کو ایسا مشورہ دیں گے۔

ایک مشہور اخبار کے شیطان نما سینئر کالم کار ہر روز اپنے کالم اور ٹی وی پروگرام میں قانون توہین رسالت پر تنقید کرتے ہیں، شعائر اسلامی کی تنقیص اور علماء کرام کی تضحیک اِن کا معمول ہے۔ وہ سلمان تاثیر کو شہید اور غازی ملک ممتاز حسین قادری کو ملزم گردانتے ہیں۔ اپریل 1929ء کے ہندوستانی اخبارات نکال کر دیکھ لیجیے۔ ہندو کالم کار بھی غازی علم الدین کو مجرم اور راج پال کو شہید قرار دے رہے تھے۔ حکومتِ پاکستان نے اس کالم کار کی انہی ''خدماتِ رزیلہ'' کے اعتراف میں اُسے ستارۂ امتیاز دینے کا اعلان کیا ہے...... بالکل سلمان رشدی کی طرح جسے ''شیطانی آیات'' لکھنے کے اعتراف میں ملکہ برطانیہ نے ''سر'' کا خطاب دیا۔ لاکھانی برادران کو کیا معلوم کہ ان کا ملازم اس ایشو کی آڑ میں کتنے کروڑ ڈالر کما چکا ہے اور پھر بھی ''ہل من مزید'' کی رٹ لگائے ہوئے ہے۔ کیا یہ دانش دور اتنا بھی نہیں جانتا کہ جو کیس عدالت میں زیرِ سماعت ہو، اس پر غیر ضروری رائے زنی کرنا عدالت پر اثر انداز ہونے کے مترادف ہے۔ دراصل یہی وہ لوگ ہیں جو آزاد عدلیہ کے خلاف ہیں۔ چیف جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان جناب چوہدری افتخار محمد کے خلاف اِن کے قلم کی ژاژ خائی معمول کی بات ہے۔

توہین رسالت کی مرتکب آسیہ کے مقدمے کا اہم پہلو یہ ہے کہ مقدمہ کسی مولوی ملا یا مذہبی جماعت کی خود ساختہ عدالت میں نہیں چلا، بلکہ ملک کی عام عدالت میں عام قوانین کے تحت چلا، اور اس میں آسیہ کو دفاع کا بھرپور موقع فراہم کیا گیا۔ شفاف عدالتی عمل کے

بعد عدالت نے آسیہ کو توہین رسالت کے گھناؤنے جرم کا مرتکب پاتے ہوئے اسے سزائے موت سنائی۔ اصولی، اخلاقی اور قانونی اعتبار سے اس سزا کو قبول کر لیا جانا چاہیے تھا۔ آسیہ کے پرستاروں پنجاب کے گورنر سلمان تاثیر اور پیپلز پارٹی کی رہنما شیری رحمن کے لیے مذکورہ فیصلے کو ہائی کورٹ میں چیلنج کرنا ممکن تھا لیکن انہوں نے فیصلے کو قبول کرنے اور عدالتِ عظمٰی کا دروازہ کھٹکھٹانے کے بجائے سیکولر فاشزم کا مظاہرہ کیا۔ سلمان تاثیر نے رسول اللہ ﷺ کی ناموس کے تحفظ کے قانون کو ''کالا قانون'' قرار دیا اور شیری رحمان نے اس قانون کو ختم کرانے کے لیے قومی اسمبلی میں بل پیش کر دیا۔ سونے پر سہاگہ یہ کہ پوپ بینڈکٹ ملعونہ آسیہ اور سیکولر فاشسٹوں کی پشت پر آ کھڑے ہوئے۔ ساتھ ہی امریکہ نے اعلان کر دیا کہ وہ آسیہ کو پناہ دینے کے لیے تیار ہے۔ اس صورت حال میں سلمان تاثیر ایک قدم اور آگے بڑھے، انہوں نے آسیہ سے جیل میں ملاقات کی، مجرم ہونے کے باوجود اس کے ساتھ پریس کانفرنس کی اور اعلان کیا کہ وہ صدر آصف زرداری سے آسیہ کی سزا معاف کرا دیں گے۔ اس پر لاہور ہائی کورٹ نے فیصلہ دیا، کہ آسیہ صدر کو معافی کی درخواست نہیں دے سکتی۔ لیکن سلمان تاثیر لاہور ہائی کورٹ کے فیصلے کو بھی خاطر میں نہ لائے۔ اس سنگین صورتِ حال میں صدر بلکہ وزیر اعظم کو بھی مداخلت کرنی چاہیے تھی اور اعلان کرنا چاہیے تھا کہ ناموسِ رسالت کا تحفظ ہمیں اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہے اور اس سلسلہ میں ملک کے عدالتی نظام کو اپنا کام کرنے دیا جائے گا لیکن چھوٹے چھوٹے معاملات میں مداخلت کرنے والے اور معمولی معمولی باتوں پر اجلاس اور ملاقاتیں کرنے والے اتنے اہم معاملے میں خاموش رہے۔ اس صورت حال سے مذہبی ذہن نے یہ مفہوم اخذ کیا کہ ملک کی ہر چیز، یہاں تک کہ رسول اکرم حضرت محمد ﷺ کی ناموس بھی امریکہ اور سیکولر فاشسٹوں کے ہاتھ میں چلی گئی ہے۔ اس سے دکھ، غم، ملال، بے بسی اور اشتعال کی جو کیفیات پیدا ہو سکتی ہیں وہ واضح ہیں۔ لیکن حیرت ہے کہ اس کے باوجود بعض لوگ کہہ رہے ہیں کہ سلمان تاثیر کو ایک مذہبی انتہا پسند نے قتل کیا ہے۔ حالانکہ یہ حقیقت عیاں ہے کہ سلمان تاثیر کو کسی اور نے نہیں ''سیکولر فاشزم'' نے قتل کیا ہے۔

ملعونہ آسیہ مسیح کا مقدمہ تقریباً ڈیڑھ سال تک عدالت میں زیرِ سماعت رہا۔ خود آسیہ مسیح کئی دفعہ عدالت میں پیش ہوئی۔ اِس طویل عرصہ میں مذہبی جماعتوں کی طرف سے کوئی جلسہ، جلوس یا پریس کانفرنس منعقد نہیں ہوئی حتیٰ کہ اس کے خلاف کوئی اشتہار یا پمفلٹ بھی تقسیم نہیں ہوا۔ اِس لیے کہ ہم سمجھتے تھے کہ مقدمہ عدالت میں ہے اور عدالت اِس کا جو بھی فیصلہ کرے گی، ہمیں قبول ہے۔ اگر معزز عدالت آسیہ مسیح کو رہا کر دیتی تو ہم کوئی ہنگامہ برپا کرنے کے بجائے اِس فیصلہ کے خلاف عدالتِ عالیہ سے رجوع کرتے۔ ہمیں عدم برداشت کا طعنہ دینے والوں کو اِس بات پر بھی غور کرنا چاہیے کہ خود اُن میں برداشت کا کتنا مادہ ہے؟ کیا یہ کم برداشت ہے کہ ملعونہ آسیہ کی ناپاک جسارت کے بعد گاؤں کے کسی آدمی نے اُسے ہاتھ تک نہ لگایا بلکہ قانون کا راستہ اختیار کیا۔ قانون توہینِ رسالت ﷺ کے مخالفین بھی اگر قانون کا راستہ اختیار کرتے تو اپنے عبرتناک انجام کو نہ پہنچتے۔

ہمارے نزدیک تمام مسائل کا حل آئین و قانون کی مکمل پابندی، اس پر عملدرآمد اور احترام میں ہے۔ ماورائے عدالت آئین و قانون کی خلاف ورزی بے شمار مسائل کو جنم دیتی ہیں۔ قانون سے اختلاف کی صورت میں اعلیٰ عدلیہ سے رجوع کرنا چاہیے۔ حکومتی اثر و رسوخ کے ذریعے قانون کو غیر مؤثر کرنے کی کوشش، خود لاقانونیت کے زمرے میں آتی ہے، اور جو اسے نہیں مانتا، ایک مہذب معاشرے میں اسے دانشور نہیں، احمق کہا جاتا ہے۔

زیرِ نظر فیصلہ کو جناب سمیر ملک صاحب، جناب راؤ شاہد رشید صاحب اور جناب محمد ظہیر اللہ صاحب نے اُردو قالب میں ڈھالا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

خاکپائے مجاہدین تحفظ ناموس رسالت ﷺ

محمد طاہر سلطان کھوکھر

ایڈووکیٹ ہائی کورٹ

وائس چیئرمین ختم نبوت لائرز فورم، لاہور

درخواست برائے اندراج مقدمہ:

بخدمت جناب ایس۔ ایچ۔ او صاحب تھانہ صدر ننکانہ صاحب

جنابِ عالی!

گزارش ہے کہ سائل چک نمبر 3 گ ب اٹانوالی تھانہ صدر ننکانہ تحصیل و ضلع ننکانہ صاحب کا رہائشی ہے اور مسجد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں بطور امام مسجد خدمات انجام دے رہا ہے۔ مورخہ 2009-06-14 کو بروز اتوار محمد ادریس ولد احمد علی قوم ارائیں سکنہ دیہہ کی زمین میں آسیہ زوجہ عاشق مسیح جو عیسائی مذہب کی مبلغہ ہے، گاؤں کی دیگر عورتوں جن میں عاصمہ بی بی دختر عبد الستار، عافیہ بی بی دختر عبد الستار، یاسمین دختر اللہ رکھا شامل ہیں، فالسہ توڑ رہی تھیں۔ آسیہ الزام علیہا نے کہا کہ آپ مسلمانوں کے نبی (معاذ اللہ) کیا ہیں، وہ وفات سے صرف ایک ماہ قبل چارپائی پر بیمار پڑے رہے اور تمہارے نبی کے منہ اور کانوں میں کیڑے پڑے رہے اور تمہارے نبی (ﷺ) نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے محض مال کی خاطر شادی کی اور مال لوٹنے کے بعد انہیں گھر سے نکال دیا۔ مزید قرآن پاک کے متعلق کہا کہ وہ اللہ کا کلام نہیں بلکہ خود بنائی گئی کتاب ہے۔ یہ تمام باتیں عاصمہ بی بی، عافیہ، یاسمین مذکوران و دیگران نے مجھے اور گاؤں کے لوگوں کو بتائیں۔ آج مورخہ 2009-06-19 کو سائل معہ محمد افضل ولد محمد طفیل قوم گجر، مختار احمد ولد مشتاق احمد قوم راجپوت ساکنان دیہہ نے عاصمہ بی بی وغیرہ اور آسیہ الزام علیہا کو بلوایا اور 2009-06-14 کے وقوع کے متعلق آسیہ مذکورہ سے پوچھا تو اس نے اقرار کیا کہ واقعی میں نبی کریم ﷺ اور قرآن پاک کی توہین کی مرتکب ہوئی ہوں اور معافی مانگتی ہوں۔ آسیہ مذکورہ ملزمہ نے توہین رسالت ﷺ اور توہین قرآن کا ارتکاب کر کے مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کیا ہے۔ دعویدار ہوں، آسیہ ملزمہ مذکورہ کے خلاف توہین رسالت ﷺ اور توہین قرآن پاک کرنے پر مقدمہ درج کر کے کارروائی بمطابق قانون کی جاوے۔

عرضے

قاری محمد سالم ولد حافظ غلام جیلانی قوم اعوان سکنہ چک نمبر 3 گ ب اٹانوالی تحصیل وضلع ننکانہ (امام مسجد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ چک نمبر 3 اٹانوالی)

دستخط: محمد سالم

ایف آئی آر کا متن:

ابتدائی رپورٹ نسبت جرم قابل دست اندازی پولیس رپورٹ شدہ زیر دفعہ 154 مجموعہ ضابطہ فوجداری 15682

326/09 تھانہ، صدر ننکانہ، ضلع ننکانہ صاحب، تاریخ ووقت وقوعہ

2009/6/14

نمبر	کوائف	تفصیل
1	تاریخ رپورٹ بحوالہ 326/19-06-09	بوقت شام: 6:15
2	نام وسکونت اطلاع دہندہ ومستغیث	درخواست گزار قاری محمد سالم ولد حافظ غلام جیلانی قوم اعوان سکنہ چک 3 اٹانوالی مرسلہ مہدی حسن ASI تھانہ صدر ننکانہ
3	مختصر کیفیت جرم (معہ دفعہ) مال اگر کچھ کھویا گیا ہے۔	جرم 295/C
4	جائے وقوعہ وفاصلہ تھانہ سے اور سمت	بحد رقبہ چک نمبر 3 اٹانوالی بفاصلہ 7 میل جانب شمال از تھانہ
5	کارروائی متعلقہ تفتیش اگر اطلاع درج کرنے میں کچھ توقف ہوا ہو تو اس کی وجہ بیان کی جائے۔	بلاتوقف
6	تھانہ سے روانگی کی تاریخ ووقت	سپیشل رپورٹ

دستخط محمد رضوان ASI عہدہ: محرر (ابتدائی اطلاع نیچے درج کرو)

بخدمت جناب SHO صاحب تھانہ صدر ننکانہ صاحب۔ جناب عالی! گزارش ہے کہ سائل چک نمبر 3 گ ب اٹانوالی تھانہ صدر ننکانہ تحصیل وضلع ننکانہ صاحب کا رہائشی ہے اور مسجد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں بطور امام مسجد خدمات انجام دے رہا ہے۔ مورخہ 2009-06-14 کو بروز اتوار محمد ادریس ولد احمد علی قوم ارائیں سکنہ دیہہ کی زمین میں آسیہ زوجہ عاشق مسیح جو عیسائی مذہب کی مبلغہ ہے، گاؤں کی دیگر عورتوں جن میں عاصمہ بی بی دختر عبدالستار، عافیہ بی بی دختر عبدالستار، یاسمین دختر اللہ رکھا شامل ہیں، فالسہ توڑ رہی تھیں۔ آسیہ الزام علیہا نے کہا کہ آپ مسلمانوں کے نبی (معاذ اللہ) کیا ہیں، وہ وفات سے صرف ایک ماہ قبل چارپائی پر بیمار پڑے رہے اور تمہارے نبی کے منہ اور کانوں میں کیڑے پڑے رہے اور تمہارے نبی (ﷺ) نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے محض مال کی خاطر شادی کی اور مال لوٹنے کے بعد انہیں گھر سے نکال دیا۔ مزید قرآن پاک کے متعلق کہا کہ وہ اللہ کا کلام نہیں بلکہ خود بنائی گئی کتاب ہے۔ یہ تمام باتیں عاصمہ بی بی، عافیہ، یاسمین مذکوران و دیگران نے مجھے اور گاؤں کے لوگوں کو بتائیں۔ آج مورخہ 2009-06-19 کو سائل معہ محمد افضل ولد محمد طفیل قوم گجر، مختار احمد ولد مشتاق احمد قوم راجپوت ساکنان دیہہ نے عاصمہ بی بی وغیرہ اور آسیہ الزام علیہا کو بلوایا اور 2009-06-14 کے وقوع کے متعلق آسیہ مذکورہ سے پوچھا تو اس نے اقرار کیا کہ واقعی میں نبی کریم ﷺ اور قرآن پاک کی توہین کی مرتکب ہوئی ہوں اور معافی مانگتی ہوں۔ آسیہ مذکورہ ملزمہ نے توہین رسالت ﷺ اور توہین قرآن کا ارتکاب کر کے مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کیا ہے۔ دعویدار ہوں، آسیہ ملزمہ مذکورہ کے خلاف توہین رسالت ﷺ اور توہین قرآن پاک کرنے پر مقدمہ درج کر کے کارروائی بمطابق قانون کی جاوے۔ عرضے دستخط اردو قاری محمد سالم ولد حافظ غلام جیلانی قوم اعوان سکنہ چک نمبر 3 اٹانوالی تحصیل وضلع ننکانہ (امام مسجد صدیق اکبر چک نمبر 3 اٹانوالی)

ضلع ننکانہ صاحب

تھانہ صدر ننکانہ

مقدمہ 326/09، مورخہ 19-06-09 جرم 295/C ت پ تھانہ صدر ننکانہ

سرکار بذریعہ! قاری محمد سالم ولد حافظ غلام جیلانی قوم اعوان سکنہ چک گ ب 3 اٹانوالی

درخواست برائے حصول اجازت انٹیروگیشن اندرون جیل

جناب عالی!

گزارش ہے کہ مقدمہ عنوان بالائی تفتیش بحوالہ چٹھی نمبری Dated:24-06-2009 1823-26/Legal حسب الحکم جناب ریجنل پولیس آفیسر شیخوپورہ، SP انوسٹی گیشن شیخوپورہ کو تفویض کی گئی ہے۔ مقدمہ عنوان بالا میں مسماۃ آسیہ بی بی زوجہ عاشق مسیح گرفتار ہو کر بند حوالات جوڈیشنل ڈسٹرکٹ جیل شیخوپورہ ہے۔ جس سے مقدمہ عنوان بالا میں تفتیش عمل میں لائی جانی مقصود ہے۔ بذریعہ درخواست ہذا استدعا ہے کہ مسماۃ آسیہ بی بی زوجہ عاشق مسیح سے اندرون ڈسٹرکٹ جیل شیخوپورہ میں انٹیروگیشن کیے جانے کی اجازت عنایت فرمائی جائے تاکہ مسماۃ آسیہ بی بی سے انٹیروگیشن کی جائے اور مقدمہ ہذا کو حقائق کی روشنی میں مکمل کیا جائے۔

PSO ٹو ایس پی انوسٹی گیشن، شیخوپورہ

مورخہ: 2009-07-04

2009-07-04: تفتیشی افسر حاضر لیڈی کانسٹیبل کے ہمراہ تفتیشی افسر کو تفتیش کی اجازت ڈسٹرکٹ جیل شیخوپورہ میں دی جاتی ہے۔

(دستخط)

مجسٹریٹ درجہ 30

ننکانہ صاحب

ایس۔ پی انوسٹی گیشن شیخوپورہ کے روبرو ملزمہ کا بیان

ضمنی نمبر 5

تھانہ صدر ننکانہ — ضلع ننکانہ صاحب

منجانب: سید محمد امین بخاری SP انوسٹی گیشن شیخوپورہ

رپورٹ ابتدائی 326 مورخہ 2009-06-19 — موصولہ

تاریخ ومقام وقوعہ 2009-06-14 — روانگی

بجرم 295/C ت پ

بحد رقبہ اٹانوالی

حاضر تفتیش

بنام مسماۃ آسیہ بی بی زوجہ عاشق مسیح (گرفتار حوالات جوڈیشل)

منجانب! سید محمد امین بخاری SP انوسٹی گیشن شیخوپورہ

بسلسلہ رپورٹ ضمنی سابقہ مرتبہ خود تحریر ہے کہ اس وقت PSO خود نے عدالت مجاز سے برائے انٹیروگیشن مسماۃ آسیہ بی بی گرفتار بند حوالات جوڈیشل ڈسٹرکٹ جیل شیخوپورہ اجازت حاصل کر کے میرے پیش کی ہے جو میں بمعہ عملہ خود برائے انٹیروگیشن آسیہ بی بی روانہ ڈسٹرکٹ جیل شیخوپورہ کا ہوتا ہوں۔

اس وقت میں بمعہ عملہ خود ڈسٹرکٹ جیل شیخوپورہ پہنچا ہوں۔ جیل حکام نے مسماۃ آسیہ بی بی کو لا کر میرے پیش کیا ہے۔ جس کو مقدمہ ہذا میں شامل تفتیش کر کے میں دریافت ہوتا ہوں۔

اِس وقت میں معہ عملہ خود دفتر پہنچا ہوں۔ حالات پیش آمدہ درج رپورٹ ضمنی ہوئے ہیں۔ مسماۃ آسیہ بی بی زوجہ عاشق مسیح ملزمہ گرفتار بند حوالات جوڈیشل سے بھی اندرون ڈسٹرکٹ جیل شیخوپورہ حسب اجازت عدالت مجاز دریافت عمل میں لائی گئی ہے۔

حالات مقدمہ اس طرح پر سامنے آئے ہیں کہ بروز وقوعہ مقدمہ ہذا مسماۃ آسیہ بی بی زوجہ عاشق مسیح ہمراہ عافیہ بی بی، عاصمہ بی بی اور دیگر مسلمان عورتوں کے فالسہ توڑ رہی تھیں۔ جبکہ کھیت کا مالک مسمی محمد ادریس کھیت سے باہر اپنی بیوی کے ہمراہ درختوں کے سائے میں فالسہ تول رہا تھا کہ اسی دوران مسماۃ آسیہ بی بی اور عاصمہ، عافیہ بی بی وغیرہ کے مابین مسماۃ آسیہ بی بی جو کہ عیسائی مذہب سے تعلق رکھتی ہے، کے ہاتھ سے پانی نہ پینے کی بابت بحث مباحثہ شروع ہوا اور بات آسیہ ذبی، مسلمان عورتوں کی ہاتھا پائی تک جا

پہنچی۔ جو اس کی اطلاع پا کر مسمی محمد ادریس جس کے کھیت میں چند عورتیں فالسہ توڑ رہی تھیں، بھی آ گیا اور جھگڑے کی وجہ پوچھی تو عاصمہ، عافیہ بی بی وغیرہ نے اُسے بتلایا کہ آسیہ بی بی نے کہا ہے کہ تمہارے نبی ﷺ (معاذ اللہ) وفات سے قبل چار پائی پر بیمار پڑے رہے اور (نعوذ باللہ) انہیں کیڑے پڑے۔ تمہارے نبی ﷺ نے محض دولت کی خاطر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تھی اور دولت لوٹنے کے بعد انہیں گھر سے نکال دیا تھا۔ قرآن پاک کی بابت کہا کہ یہ اُن کا کلام نہیں ہے بلکہ خود بنائی گئی کتاب ہے۔ یہ باتیں سن کر محمد ادریس مالک کھیت نے آسیہ بی بی سے پوچھا تو اس نے کہا کہ ہاں! میں نے یہ باتیں کی ہیں۔ جس پر محمد ادریس نے مسماۃ آسیہ بی بی کو اپنے کھیت سے نکال دیا۔ دوسری عورتوں کو بھی سمجھا کر چپ کروا دیا۔ عاصمہ بی بی وغیرہ نے شام کو گھر جا کر ساری باتیں مدعی مقدمہ قاری محمد سالم کو بتائیں۔ اِسی بابت گاؤں اٹانوالی میں اکٹھ ہوا۔ جہاں دیگر علمائے کرام بھی آئے۔ مسماۃ آسیہ بی بی اور دیگر عورتوں کو بھی بلوایا گیا۔ جہاں لوگوں کی موجودگی میں مسماۃ آسیہ بی بی نے حضور پاک ﷺ اور قرآن پاک کی شان میں متذکرہ بالا باتیں کرنے کا اعتراف کیا اور معافی بھی مانگی۔

دورانِ تفتیش درج ذیل حقائق سامنے آئے ہیں۔

1۔ فریقین کے مابین بروز وقوعہ مذہبی بحث ہوئی تھی۔ جو الزام علیہا مسماۃ آسیہ بی بی نے حضور پاک ﷺ کی شان میں اور قرآن پاک کے متعلق گستاخانہ باتیں کیں۔

2۔ بیانات گواہان زیر دفعہ 161 ت پ کی روشنی میں ملزمہ مسماۃ آسیہ بی بی تھانہ مقدمہ ہذا میں صحیح گنہگار پائی گئی ہے۔

3۔ فالسہ کے کھیت کے مالک مسمی محمد ادریس نے بھی وقوعہ مقدمہ ہذا کی تصدیق کی ہے۔

4۔ دورانِ تفتیش ملزمہ مسماۃ آسیہ بی بی نے اسلام قبول کرنے والی جو بات کی ہے۔ بوقت وقوعہ موقع پر موجود خواتین نے اس بات کی تصدیق نہ کی ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ ملزمہ آسیہ بی بی نے محض اپنے آپ کو بچانے کے لیے جھوٹی اور من گھڑت کہانی بنائی

ہے۔ جس میں کوئی صداقت نہ پائی گئی ہے۔

5۔ دورانِ تفتیش مسلمان عورتوں کا کرسچن عورت کے ہاتھ سے پانی نہ پینا اور بحث کرنا بھی ثابت ہوا ہے۔

6۔ لوگوں کی موجودگی میں مسماۃ آسیہ بی بی نے حضور پاک ﷺ کی شان میں اور قرآن پاک کے متعلق گستاخانہ باتیں کرنا نہ صرف تسلیم کیا بلکہ اپنی غلطی کی معافی بھی مانگی۔

مندرجہ بالا حالات کی روشنی میں مسماۃ آسیہ بی بی کا حضور پاک ﷺ کی شان میں اور قرآن پاک کے متعلق گستاخانہ باتیں کرنا ثابت ہوا ہے جو مقدمہ ہذا میں صحیح گنہگار پائی گئی ہے۔ مثل مقدمہ ہذا واپس تھانہ صدر ننکانہ صاحب بھجوائی جا رہی ہے۔ SHO کو ہدایت کی جاتی ہے کہ بقایا تکمیل تفتیش کرے اور چالان عدالت میں بھجوائے۔

رپورٹ حاضر مرتب ہوئی۔

سید محمد امین بخاری
ایس پی انوسٹی گیشن
شیخوپورہ

بعدالت جناب محمد نوید اقبال ایڈیشنل سیشن جج ننکانہ صاحب:

ابتدائی معلومات

مقدمہ نمبر	:	402/2009
ایف آئی آر نمبر	:	326/2009 بتاریخ 19 جون 2009ء
پولیس سٹیشن	:	تھانہ صدر ننکانہ صاحب
بجرم	:	زیر دفعہ تعریزات پاکستان 295/C

آسیہ بی بی (ملزمہ) زوجہ عاشق مسیح قوم عیسائی سکنہ چک نمبر 3 اٹانوالی، ننکانہ صاحب

بنام	:	سرکار

وکلاء منجانب ملزمہ: اکبر منور درانی ایڈووکیٹ (سپریم کورٹ)
طاہر گل صادق ایڈووکیٹ (ہائی کورٹ)
چوہدری ناصر انجم ایڈووکیٹ (ہائی کورٹ)
جسٹن گل ایڈووکیٹ (ہائی کورٹ)
طاہر بشیر ایڈووکیٹ (ہائی کورٹ)
ایرک جون ایڈووکیٹ (ہائی کورٹ)
منظور قادر ایڈووکیٹ (سپریم کورٹ)

وکلاء منجانب سرکار: میاں ذوالفقار علی ایڈووکیٹ (ہائی کورٹ)
جناب مظہر عمران ایڈووکیٹ اسسٹنٹ پراسیکوٹر
تاریخ فیصلہ: 8 نومبر 2010ء

فیصلہ جناب محمد نوید اقبال ایڈیشنل سیشن جج:

1۔ مذکورہ بالا ملزمہ مسماۃ آسیہ بی بی کے خلاف تھانہ صدر ننکانہ صاحب میں مورخہ 19-06-2009 کو درج کی گئی ایف آئی آر نمبر 326 (Exh.Pa/I) زیر دفعہ 295/C تعزیرات پاکستان جو کہ قاری محمد سالم (استغاثہ گواہ نمبر 1) کی مدعیت میں آنحضرت ﷺ اور قرآن پاک کے خلاف توہین آمیز اور نازیبا الفاظ استعمال کرنے کے الزام میں درج کی گئی، کا چالان پولیس نے مقدمہ چلائے جانے کے لیے عدالت میں پیش کیا۔

2۔ قاری محمد سالم (درخواست گزار) کی طرف سے درج کروائی گئی ایف۔آئی۔آر (FIR) کے مطابق اِس مقدمہ کے مختصر حقائق یہ ہیں کہ مورخہ 14-06-2009 کو مسماۃ آسیہ بی بی زوجہ عاشق مسیح جو کہ عیسائی عورت ہے اور عیسائی مبلغہ بھی ہے، گاؤں کی دوسری عورتوں (استغاثہ گواہان) کے ہمراہ محمد ادریس ولد علی احمد کے ملکیتی باغ سے فالسے توڑ رہی تھیں۔ ملزمہ مسماۃ آسیہ نے حضور نبی کریم ﷺ کی شان میں توہین آمیز کلمات استعمال کیے

کہ مسلمانوں کے نبی اپنی وفات سے ایک ماہ قبل بیمار پڑ گئے تھے۔ اور توبہ نعوذ باللہ اُن کے منہ اور کان میں کیڑے پڑ گئے تھے۔ اس نے مزید کہا کہ حضرت محمد ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی صرف اُن کی دولت کی وجہ سے کی اور شادی کے بعد ان کی دولت لوٹ لی اور ان کو دھتکار دیا۔ اسی طرح قرآن پاک کے متعلق اس نے کہا کہ یہ اللہ کی طرف سے نازل کردہ کوئی الہامی کتاب نہیں ہے بلکہ انسان کی بنائی ہوئی خود ساختہ کتاب ہے۔ مسماۃ عافیہ بی بی، مسماۃ مافیہ بی بی اور مسماۃ یاسمین بی بی وغیرہ نے یہ واقعہ مدعی مقدمہ اور گاؤں کے دوسرے لوگوں سے بیان کیا۔

3۔ مورخہ 19-06-2009 کو ملزمہ آسیہ بی بی کو گاؤں کے لوگوں کے ایک اجتماع میں بلایا گیا اور اس سے واقعہ کے متعلق پوچھا گیا۔ جہاں اُس نے اپنے جرم کا اعتراف کیا اور معافی کی درخواست کی۔ لہٰذا مسماۃ آسیہ بی بی نے نہ صرف توہین رسالت ﷺ کا ارتکاب کیا بلکہ مقدس کتاب قرآن مجید کی بھی توہین اور تضحیک کی۔

4۔ محمد رضوان سب انسپکٹر (استغاثہ گواہ نمبر 5) نے باضابطہ طور پر بغیر کسی اضافہ و ترمیم کے ایف آئی آر (Exh.PA/I) درج کی۔ اور اس ایف آئی آر کی نقل تفتیشی آفیسر ارشد ڈوگر سب انسپکٹر کو مزید کارروائی کے لیے فراہم کی۔

5۔ سید محمد امین بخاری ایس پی (انویسٹی گیشن) شیخوپورہ نے اس مقدمہ کی مکمل تفتیش کی اور عدالت میں اپنے حلفیہ بیان میں کہا کہ مورخہ 24-06-2009 کو انہیں ایس۔پی (انویسٹی گیشن) شیخوپورہ تعینات کیا گیا۔ اسی دن ڈی۔آئی۔جی/آر۔پی۔او رینج شیخوپورہ کی چٹھی نمبر 1823 مورخہ 24-06-2009 کے ذریعہ مقدمہ کی تفتیش ان کے سپرد کی گئی۔ کیونکہ ایس۔پی (انویسٹی گیشن) ننکانہ صاحب کا عہدہ خالی تھا۔ مورخہ 29-06-2009 کو اس نے دونوں فریقین کو اپنے دفتر میں طلب کیا۔ مدعی فریق کی جانب سے 27 افراد جبکہ ملزم فریق کی جانب سے 5 افراد اُن کے سامنے حاضر ہوئے۔ مدعی فریق کی جانب سے 5 افراد نے اُن کے سامنے اپنے بیانات زیر دفعہ 161 ضابطہ فوجداری کے تحت ریکارڈ کروائے۔ انہوں نے مقدمہ کی مکمل تفتیش کی۔ متعلقہ مجاز عدالت

(Exh.PB) کی اجازت سے ملزمہ آسیہ بی بی کا بیان مورخہ 06-07-2009 کو جیل میں قلمبند کیا۔ دورانِ تفتیش ان کے علم میں آیا کہ محمد ادریس کے ملکیتی فالسہ کے کھیت میں ملزمہ اور گاؤں کی دیگر خواتین بشمول استغاثہ گواہان موجود تھیں جہاں اُن کی مختلف مذاہب کے نبیوں اور مذاہب وغیرہ پر بحث ہوئی۔ ملزمہ مسماۃ آسیہ بی بی جو ایک عیسائی ہے، نے کچھ توہین آمیز کلمات دوسری عورتوں کی موجودگی میں کہے جو کہ توہین رسالت ﷺ کے جرم کے ارتکاب کے زمرہ میں آتے ہیں۔ کھیت کا مالک محمد ادریس (جس کا بیان زیر دفعہ 161 ضابطہ فوجداری علیحدہ قلمبند کیا گیا ہے) بھی اُن خواتین کی طرف متوجہ ہوا۔ جس کو استغاثہ گواہان (خواتین) نے واقعہ کے متعلق بتایا۔ جس پر اس نے ملزمہ آسیہ بی بی سے اُن گستاخانہ کلمات کی ادائیگی کی بابت دریافت کیا۔ جس کا ملزمہ نے اعتراف کیا کہ اُس نے وہ توہین آمیز کلمات کہے ہیں۔ تاہم وہ معافی کی خواستگار ہے۔ اپنی تفتیش اور تحقیق کے بعد انہوں نے مورخہ 06-07-2009 کو مسماۃ آسیہ بی بی کو حضرت محمد ﷺ اور قرآن پاک کے متعلق توہین آمیز کلمات کہنے کے جرم کے ارتکاب کا مجرم قرار دیا۔ دورانِ تفتیش اُن کے علم میں آیا کہ ملزمہ آسیہ بی بی نے استغاثہ گواہان کے روبرو یہ کہا ہے کہ حضرت محمد ﷺ اپنی وفات سے ایک ماہ قبل بستر پر بیمار ہوئے۔ اور نعوذ باللہ ان کے منہ اور کان میں کیڑے پڑ گئے تھے۔ ملزمہ نے مزید کہا کہ حضرت محمد ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی ان کی دولت لوٹنے اور جمع کرنے کے لیے کی۔ اور ایسا کرنے کے بعد انہوں نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو دھتکار دیا۔ اس نے مزید کہا کہ حضرت محمد ﷺ کو چوری کی عادت تھی اور مزید یہ بھی کہا گیا کہ قرآن پاک کوئی الہامی کتاب نہیں ہے بلکہ انسان کی بنائی ہوئی ہے۔ تفتیش کے دوران ان کے علم میں آیا کہ وقوعہ کے روز ملزمہ آسیہ بی بی اور استغاثہ گواہان کے مابین مذہبی بحث چھڑی تھی۔ جس میں ملزمہ آسیہ بی بی نے توہین آمیز کلمات حضرت محمد ﷺ اور قرآن پاک کی نسبت کہے۔ دورانِ تفتیش اُن کے علم میں یہ بھی آیا کہ مسماۃ آسیہ بی بی نے یہ مؤقف اختیار کیا کہ استغاثہ گواہان نے اُس کے خلاف یہ الزامات اس لیے لگائے ہیں کہ وہ اسے مسلمان کرنا

چاہتی تھیں۔ اور اس کے انکار پر انہوں نے اس کے خلاف الزامات لگائے۔ لیکن ملزمہ مسماۃ آسیہ بی بی کا یہ مؤقف ثابت نہیں ہو سکا۔ مزید برآں، یہ بھی معلوم ہوا کہ مذہبی بحث کا آغاز اس وقت ہوا جب استغاثہ گواہان میں سے ایک (مسلمان خاتون) نے پانی مانگا جس پر ملزمہ مسماۃ آسیہ بی بی نے اسے پانی پیش کیا۔ جسے مذکورہ استغاثہ گواہ نے عیسائی خاتون کے ہاتھ سے لینے/ پینے سے انکار کر دیا۔

تفتیش مکمل کرنے اور مسماۃ آسیہ بی بی کو مجرم قرار دیے جانے کے بعد انہوں نے مقدمہ کی فائل متعلقہ تھانہ کے ایس۔ ایچ۔ او کو واپس بھیج دی۔

6۔ محمد ارشد ایس۔ ایچ۔ او نے بھی اس مقدمہ کی تفتیش کی اور اپنے بیان حلفی میں کہا کہ مورخہ 19-06-2009 کو وہ تھانہ صدر ننکانہ صاحب میں تعینات تھا۔ تھانہ کے MHC (میونسپل ہیلتھ سنٹر) کی جانب سے اطلاع ملی کہ اٹانوالی گاؤں میں کوئی مذہبی جھگڑا ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے اسے فوری طور پر وہاں جانا پڑا۔ وہ ایف۔ آئی۔ آر کی نقل وصول ہونے کے بعد اور اس بات کا علم دیے جانے کے بعد وہاں گئے کہ انہیں اس مقدمہ کی تفتیش سپرد کی گئی ہے۔ انہوں نے جائے وقوعہ کا معائنہ کیا اور زیر دفعہ 161 ضابطہ فوجداری کے تحت استغاثہ گواہان کے بیانات قلمبند کیے۔ اور جائے وقوعہ کا نقشہ Exh.PC بھی تیار کیا۔ انہوں نے ملزمہ کو دو لیڈی کانسٹیبل جو اُن کے ہمراہ گئی تھیں، کی مدد سے گرفتار کیا۔ انہوں نے ملزمہ کو جوڈیشل مجسٹریٹ کے سامنے پیش کرنے کے بعد اُسے جوڈیشل حوالات میں بھیج دیا۔ انہوں نے ملزمہ کے طبی معائنے کی درخواست بھی جمع کروائی۔ جبکہ ملزمہ نے اپنا طبی معائنہ کروانے سے انکار کر دیا۔ (درخواست Exh.PD پر ہے) بعد ازاں اس کیس کی تفتیش سید محمد امین بخاری، ایس پی (انوسٹی گیشن) شیخوپورہ کے سپرد کر دی گئی۔

7۔ مورخہ 13-10-2009 کو ملزمہ کے خلاف زیر دفعہ 295/C تعزیرات پاکستان فردِ جرم عائد کی گئی جس کا ملزمہ نے جرم کی صحت سے انکار کیا اور باقاعدہ مقدمہ چلائے جانے کی استدعا کی جس پر استغاثہ کی طرف سے اس کیس میں مندرجہ ذیل گواہان پیش کیے گئے۔

گواہ استغاثہ نمبر 1: قاری محمد سالم جو کہ اس کیس کا مدعی ہے۔

گواہ استغاثہ نمبر 2: مسماۃ مافیہ بی بی (عینی شاہد)

گواہ استغاثہ نمبر 3: مسماۃ عاصمہ بی بی (عینی شاہد)

گواہ استغاثہ نمبر 4: محمد افضل جو کہ ملزمہ کے ماورائے عدالت اپنے سامنے اقرارِ جرم کا شاہد ہے۔

گواہ استغاثہ نمبر 5: محمد رضوان سب انسپکٹر، جس نے زیر بحث کیس کی ایف آئی آر درج کی۔

گواہ استغاثہ نمبر 6: محمد امین بخاری ایس پی (انوسٹی گیشن) شیخوپورہ جنہوں نے اس کیس کی تفتیش کی۔

گواہ استغاثہ نمبر 7: محمد ارشد ایس ایچ او، انہوں نے بھی اس کیس کی تفتیش کی۔

عدالتی گواہ نمبر 1: محمد ادریس جو کہ اس کھیت کا مالک ہے جہاں وقوعہ پیش آیا۔

8۔ استغاثہ گواہان مسماۃ یاسمین بی بی اور مختار احمد کو سرکار کی جانب سے مقرر کردہ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ پبلک پراسیکیوٹر (ADPP) نے غیر ضروری تصور کرتے ہوئے ترک کر دیا اور اس کے بعد مدعی کے وکیل نے اس کیس میں ان کی استغاثہ شہادت ختم کر دی۔

9۔ زیر دفعہ 342، ضابطہ فوجداری کے تحت دیے گئے بیان کے مطابق ملزمہ نے کہا: ''میں شادی شدہ عورت ہوں اور میری دو بیٹیاں ہیں۔ میرا خاوند غریب محنت کش ہے۔ میں دیگر کئی خواتین کے ہمراہ روزانہ اُجرت کی بنیاد پر محمد ادریس کے کھیت میں فالسہ چُننے کا کام کرتی تھی۔ وقوعہ کے روز جبکہ میں متعدد دیگر خواتین کے ہمراہ کھیت میں کام کر رہی تھی، تو میرا مسماۃ مافیہ بی بی اور عاصمہ بی بی سے پانی لانے کے معاملے پر تنازعہ ہوا۔ جب میں نے پانی لانے کی پیشکش کی، تو انہوں نے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا کہ چونکہ تم ایک عیسائی ہو۔ اس لیے انہوں نے کبھی کسی عیسائی کے ہاتھ سے پانی نہیں لیا، جس پر تنازعہ ہوا۔ اور میرے اور ان استغاثہ گواہان خواتین کے مابین تلخ کلامی ہوئی۔

استغاثہ گواہان خواتین نے بعد ازاں قاری محمد سالم سے جو کہ اس مقدمہ میں مدعی ہے، اس کی زوجہ کے ذریعہ رابطہ کیا۔ جو کہ ان دونوں خواتین کو پڑھاتی رہی ہے۔ اس طرح استغاثہ گواہان نے قاری سالم کے ساتھ ساز باز کر کے مجھے جھوٹے، من گھڑت اور جعلی مقدمے میں ملوث کیا۔ میں نے بائبل پر حلفیہ بیان دیتے ہوئے پولیس کو بتایا کہ میں نے اس طرح کے توہین آمیز اور شرمناک الفاظ آنحضرت ﷺ اور قرآن کے متعلق بالکل نہیں کہے۔ میں آنحضرت ﷺ اور قرآن پاک کا حد درجہ عزت و احترام کرتی ہوں لیکن چونکہ پولیس اس سازش میں مدعی کے ساتھ شریک ہے اس لیے پولیس نے ناجائز طور پر اسے اس مقدمہ میں ملوث کیا ہے۔ استغاثہ گواہان خواتین، دونوں حقیقی بہنیں ہیں اور مجھے اس جھوٹے کیس میں ملوث کرنے میں یکساں مفاد رکھتی ہیں۔ کیونکہ جھگڑے کے دوران تلخ کلامی کے باعث ان دونوں کو ذلت اور بے عزتی محسوس ہوئی۔ مدعی قاری سالم کا مفاد بھی ان خواتین کے ساتھ یکساں ہے۔ کیونکہ اِن دونوں خواتین نے اس کی زوجہ سے قرآن پاک کی تعلیم حاصل کی۔ میرے آباؤ اجداد قیام پاکستان کے وقت سے اس گاؤں میں مقیم ہیں۔ میری عمر بھی تقریباً 40 سال ہے اور اس واقعہ کے علاوہ اس قسم کی کوئی شکایت پہلے کبھی میرے خلاف پیدا نہیں ہوئی۔ میں ناخواندہ ہوں اور عیسائی مبلغہ نہیں ہوں۔ یہاں تک کہ اس گاؤں میں کوئی عیسائی چرچ بھی موجود نہیں ہے۔ لہٰذا جب کہ میں اسلامی نظریات سے بھی بالکل نابلد ہوں، تو میں کیسے اللہ کے پیارے نبی ﷺ اور الہامی کتاب قرآن پاک کے متعلق اس قدر بھدے اور توہین آمیز الفاظ استعمال کر سکتی ہوں۔ استغاثہ گواہ محمد ادریس بھی مفاد پرست گواہ ہے۔ کیونکہ اس کے مذکورہ بالا خواتین کے ساتھ قریبی خاندانی روابط ہیں۔''

10۔ ملزمہ کی جانب سے زیر دفعہ 340(2)، ضابطہ فوجداری کے تحت اپنے حق میں کسی شہادت صفائی کا اختیار استعمال نہیں کیا گیا اور نہ ہی اس سلسلہ میں کوئی گواہ پیش کیا گیا۔

11۔ مدعی کے وکیل نے اپنی بحث میں اس بات پر اصرار کیا کہ ملزمہ آسیہ بی بی

حضور نبی کریم ﷺ کی توہین کا ارتکاب کر کے زیر دفعہ 295/C تعزیرات پاکستان اور
قرآن پاک کے متعلق توہین آمیز الفاظ استعمال کر کے زیر دفعہ 295/B تعزیرات
پاکستان کے جرائم کی مرتکب ہوئی ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ چشم دید گواہوں کی مدد سے
جن کے روبرو ملزمہ خاتون نے فالسہ کے باغ میں کام کے دوران توہین آمیز اور طنزیہ
کلمات ادا کیے اور استغاثہ نے اپنا کیس تمام ممکنہ شبہات سے بالاتر ثابت کر دیا ہے۔
انہوں نے مزید زور دیتے ہوئے کہا کہ معاملہ کی تفتیش ایس پی (انوسٹی گیشن) شیخوپورہ
نے کی۔ جنہوں نے بھرپور تفتیش اور تحقیق کے بعد ملزمہ آسیہ بی بی کو جرم کا مرتکب ٹھہرایا۔
اسی طرح استغاثہ گواہ نمبر 6 نے بھی ملزمہ کو بلاشک و شبہ جرم کا مرتکب قرار دے کر استغاثہ
کے مؤقف کو تقویت دی۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ استغاثہ کے تمام گواہان وقوعہ کے وقت،
تاریخ، جگہ اور الفاظ کے متعلق مؤقف یکساں ہے اور استغاثہ کے ان تمام گواہان کے
بیانات میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ اس معاملہ میں گاؤں
کے لوگوں کا ایک اجتماع (اکٹھ) وقوع پذیر ہوا۔ جہاں ملزمہ کو بلایا گیا اور اس نے ان
کے روبرو اپنے جرم کا اعتراف کیا اور معافی کی درخواست کی۔ انہوں نے اِس بات کا بھی
اقرار کیا کہ عیسائی مذہب سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی ایک کثیر تعداد کئی نسلوں سے اس
گاؤں میں رہ رہی ہے لیکن اس قسم کا کوئی ایک واقعہ بھی ماضی میں پیش نہیں آیا۔ ہر دو
قومیں، مسلمان اور عیسائی ایک دوسرے کے مذہبی جذبات اور ایمان کے متعلق تحمل
مزاجی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اگر ماضی میں توہین رسالت ﷺ کا وقوعہ ہوا ہوتا، تو فوجداری
مقدمات یا گاؤں میں مذہبی تناؤ کی صورت حال ہوتی۔ حالانکہ دونوں قومیں اپنے تمام تر
مذہبی اختلافات، ایمان اور مذہبی جذبات کے باوجود ایک ہی گاؤں میں مکمل ہم آہنگی
کے ساتھ رہ رہے ہیں۔ اس گاؤں کی تاریخ میں یہ اپنی نوعیت کا واحد اور منفرد واقعہ ہے کہ
ایک عیسائی خاتون نے توہین رسالت ﷺ کے جرم کا ارتکاب کیا۔ لہٰذا مدعی اور استغاثہ
گواہان کو اس سے قبل اس قسم کی پولیس مداخلت کی کبھی ضرورت نہ پڑی۔ انہیں یہ سننا
نہیں چاہیے تھا۔ انہوں نے پورے زور سے یہ بھی ثابت کیا کہ مدعی مقدمہ، گواہانِ استغاثہ

اور ملزمہ خاتون کے خاندان کے درمیان کوئی پرانی دشمنی بھی نہیں ہے۔ جس سے ظاہر ہے
کہ مدعی مقدمہ اور استغاثہ گواہان کی ملزمہ خاتون کے خلاف کوئی بدنیتی یا خفیہ محرک کارفرما
نہیں ہے۔ انہوں نے مزید بیان کیا کہ ملزمہ خاتون نے اپنی صفائی میں کوئی شہادت پیش
نہیں کی ہے۔ جس سے ملزمہ کے ارتکاب جرم کی مزید توثیق ہوتی ہے۔ اپنے مؤقف پر
دلائل مکمل کرتے ہوئے انہوں نے یہ بھی کہا کہ دونوں استغاثہ گواہان (گواہ نمبر 2 اور 3)
غیر شادی شدہ بالغ لڑکیاں ہیں اور پردہ نشین بھی ہیں۔ اگر ایسا کوئی وقوعہ نہ پیش آیا ہوتا، یا
انہوں نے توہین رسالت ﷺ سے متعلقہ گستاخانہ کلمات نہ سنے ہوتے، تو وہ کبھی بھی عدالت
اور گواہی کے کٹہرے میں آ کر پیش نہ ہوتیں۔ لہٰذا وکیل مدعی نے اس بات پر زور دیا کہ
ملزمہ کو اس قسم کے جرائم کے ارتکاب کی بھرپور سزا جو کہ سزائے موت ہے، کا مستحق قرار دیا
جائے۔

12۔ دوسری جانب وکیل صفائی نے ملزمہ کا دفاع کرتے ہوئے یہ مؤقف اختیار
کیا کہ پہلی بات یہ ہے کہ اس قسم کا مقدمہ قائم کرنے سے قبل صوبائی یا مرکزی حکومت کی
اجازت لازمی ہے۔ دوسرا انہوں نے اس بات پر بھی احتجاج کیا کہ توہین رسالت کے
مقدمات کی تفتیش ایس۔ پی کے عہدے سے کم عہدہ کا کوئی تفتیشی افسر نہیں کر سکتا لیکن
یہاں ایک اے۔ ایس۔ آئی نے اس کیس کی تفتیش کی ہے اور یہ کہ تمام گواہان استغاثہ
یکساں مفاد رکھتے ہیں اور انہوں نے توہین رسالت کو دیکھا نہ سنا۔ دونوں لڑکیاں اور
مدعی مقدمہ کے مفادات یکساں ہیں۔ انہوں نے مزید بیان کیا کہ مورخہ
14-06-2009 کو فالسہ باغ میں پانی لانے کے معاملہ پر ملزمہ اور استغاثہ گواہان
خواتین کے مابین تنازعہ ہوا۔ یہاں یہ بات خاص طور پر قابل غور ہے کہ ان مسلمان
خواتین نے ملزمہ خاتون جو کہ عیسائی ہے، کے ہاتھ سے پانی پینے سے انکار کیا۔ اور اپنے
انتقام کی تسکین کے لیے اور ایک عیسائی عورت کو سبق سکھانے کے لیے، استغاثہ گواہان
خواتین نے مدعی مقدمہ کی ملی بھگت سے توہین رسالت کی کہانی گھڑی تا کہ ملزمہ خاتون
کو فوجداری مقدمہ میں ملوث کر کے ایک بہت بڑے جرم کے ارتکاب کی سزا دلوائی جا

سکے جبکہ اس کے علاوہ ایسا کوئی وقوعہ پیش ہی نہیں آیا اور نہ ہی ملزمہ کے منہ سے کوئی توہین رسالت یا توہین قرآن کے متعلق کوئی الفاظ ادا ہوئے۔ انہوں نے زور دے کر یہ بات کہی کہ مسلمان اکثریت نے عیسائی اقلیت کے خلاف ایک خیالی ڈرامہ رچایا ہے۔ اور یہ ڈرامہ ایک ایسے نازک وقت پر تیار کیا گیا جب اس قسم کے بہت سے واقعات ہمارے پیارے ملک میں وقوع پذیر ہو چکے ہیں۔ انہوں نے اس بات پر بھی زور دیا کہ عوامی اجتماع، جس میں ملزمہ خاتون کو طلب کیا گیا، جہاں اس نے ماورائے عدالت نام نہاد اقرارِ جرم کیا، کے متعلق گواہان کے بیانات بابت لوگوں کی تعداد جو وہاں جمع ہوئے، میں شدید اختلافات پائے جاتے ہیں، استغاثہ گواہ نمبر 1 کے بیان کے مطابق جمع شدہ لوگوں کی تعداد 100 کے قریب تھی۔ جبکہ گواہ نمبر 2 کے مطابق 1000، اور گواہ نمبر 3 کے مطابق 2000 تھی۔

معزز وکیل صفائی نے اس بات پر بھی زور دیا کہ وقوعہ مورخہ 14-06-2009 کو پیش آیا۔ جبکہ ایف آئی آر پانچ دن بعد 19-06-2009 کو درج کروائی گئی۔ لہٰذا ایف۔ آئی۔ آر کا درج کروایا جانا اور اس میں ملزمہ خاتون کو ملوث کیا جانا باہمی مشاورت اور سوچ بچار کا واضح نتیجہ ہے۔ وکیل صفائی نے اپنے دلائل مکمل کرتے ہوئے کہا کہ استغاثہ مایوس کن طور پر اپنی ہی ٹانگوں پر کھڑا رہنے اور ملزمہ خاتون کے خلاف ناقابل تردید اور پراعتماد شہادتیں پیش کر کے جرم ثابت کرنے میں ناکام رہا ہے۔ اور چونکہ ملزمہ کے خلاف ماضی میں بھی اس قسم کے جرم کے ارتکاب کا کوئی ریکارڈ نہیں ہے، اس لیے ملزمہ کو اس الزام سے بری کیا جائے۔

13۔ میں نے دونوں فریقین کے معزز وکلاء صاحبان کے دلائل سنے اور ریکارڈ مقدمہ کا بھی مطالعہ کیا۔

14۔ معزز وکیل صفائی نے اپنے دلائل میں دو بنیادی اعتراضات اٹھائے۔

(i) یہ کہ تفتیش ایس پی عہدہ کے افسر نے نہیں بلکہ ایک سب انسپکٹر نے کی۔ اور

(ii) یہ کہ یہ مقدمہ درج کرنے سے پہلے صوبائی یا وفاقی حکومت سے منظوری نہیں لی

گئی، جو کہ اس قسم کے مقدمات کے لیے لازمی امر ہے۔

15۔ جہاں تک پہلے اعتراض کا تعلق ہے۔ تو اس کی تفتیش درحقیقت مسٹر محمد امین بخاری ایس۔ پی (انوسٹی گیشن) شیخوپورہ نے کی۔ جنہوں نے گواہی کے کٹہرے میں بطور استغاثہ گواہ نمبر 6 آکر یہ بیان کیا کہ ڈی۔ آئی۔ جی / آر۔ پی۔ او شیخوپورہ کی چٹھی نمبر 1823 مورخہ 24-06-2009 کے تحت اس مقدمہ کی تفتیش ان کے سپرد کی گئی اور انہوں نے مکمل طور پر اس کیس کی تفتیش کی اور ضابطہ فوجداری کی دفعہ 161 کے تحت بیانات قلمبند کیے۔ لہٰذا اس اعتراض کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ اور دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ معزز وکیل صفائی نے مقدمہ کے بالکل شروع سے لے کر شہادتیں مکمل ہونے تک نہ تو زبانی طور پر اور نہ ہی تحریری طور پر اپنا اعتراض داخل کیا۔

16۔ ویسے بھی ضابطہ فوجداری کی دفعہ 196 کی تعمیل اُن جرائم کے لیے ضروری ہے جو تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295/A کے زمرہ میں آتے ہیں۔ جبکہ دفعہ 295/C کا وہاں کوئی ذکر نہیں۔ لہٰذا دفعہ 295/C کو ضابطہ فوجداری کی دفعہ 196 کے ساتھ ملانا، قانون سازی کی روح میں مداخلت تصور ہوگا۔ مقننہ کی ذہانت اس سلسلہ میں چیلنج نہیں کی جا سکتی۔

17۔ استغاثہ نے ان دونوں خواتین کو پیش کیا، جو اس وقوعہ کی چشم دید گواہان ہیں جن کے روبرو تحقیر آمیز کلمات (توہین رسالت ﷺ) کہے گئے۔ استغاثہ گواہ نمبر 2 اور 3 مسماۃ مافیہ بی بی اور مسماۃ عاصمہ بی بی نے عدالت میں آکر وہ سب بیان کیا، جو انہوں نے سنا۔ استغاثہ گواہ نمبر 2 مسماۃ مافیہ بی بی نے حلف اُٹھا کر کہا کہ مورخہ 14-06-2009 بروز اتوار وہ، مسماۃ عاصمہ بی بی، مسماۃ یاسمین بی بی اور ملزمہ مسماۃ آسیہ بی بی کے ہمراہ گاؤں کے فالسہ کھیت میں موجود تھی۔ ملزمہ مسماۃ آسیہ بی بی مذہب کے لحاظ سے عیسائی ہے۔ ملزمہ مسماۃ آسیہ بی بی جو کہ عدالت میں موجود ہے، نے اُس کے اور دوسروں کے روبرو (نقل کفر، کفر نہ باشد) کہا کہ آنحضرت ﷺ اپنی وفات سے ایک ماہ قبل بستر پر بیمار پڑ گئے اور نعوذ باللہ ان کے منہ اور کان میں کیڑے پڑ گئے تھے۔ ملزمہ نے مزید کہا کہ (نقلِ کفر، کفر نہ باشد) حضرت محمد ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی محض اُن کی دولت

لوٹنے کے لیے کی اور اُن کی دولت لوٹنے کے بعد آنحضرت ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو چھوڑ دیا۔ اس نے مزید یہ بھی کہا کہ قرآن پاک کوئی الہامی کتاب نہیں ہے۔ بلکہ یہ تم مسلمانوں کی تحریر کردہ/اکٹھی کی ہوئی ہے۔ اس (مافیہ بی بی استغاثہ گواہ نمبر 2) نے اس واقعہ کا ذکر قاری محمد سالم، محمد افضل اور مختار احمد وغیرہ سے کیا۔ جنہوں نے گاؤں کا ایک عوامی اجتماع منعقد کیا جہاں ملزمہ مسماۃ آسیہ بی بی کو بھی بلایا گیا اور اس نے اس عوامی اجتماع میں اپنے جرم کا اِقرار کیا اور معافی کی خواستگار ہوئی۔

18۔ استغاثہ گواہ نمبر 3 مسماۃ عاصمہ بی بی نے حلف اُٹھا کر یہ بیان دیا کہ مورخہ 14-06-2009 کو وہ، مسماۃ مافیہ بی بی، مسماۃ یاسمین بی بی اور ملزمہ مسماۃ آسیہ بی بی کے ہمراہ فالسہ کے کھیت میں موجود تھی اور فالسے توڑنے کا کام کر رہی تھیں۔ ملزمہ آسیہ بی بی کا تعلق عیسائی مذہب سے ہے۔ فالسہ توڑنے کے کام کے دوران ملزمہ مسماۃ آسیہ بی بی نے اُس کے اور دوسرے لوگوں کے روبرو کہا کہ حضرت محمد ﷺ اپنی وفات سے ایک ماہ قبل بستر پر بیمار پڑ گئے۔ اور ان کے منہ اور کان میں کیڑے پڑ گئے۔ اس نے مزید کہا (نقلِ کفر، کفر نہ باشد) کہ حضرت محمد ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی صرف اُن کی دولت لوٹنے کے لیے کی۔ اور دولت لوٹنے کے بعد آنحضرت ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو چھوڑ دیا۔ اس نے مزید یہ بھی ذکر کیا کہ قرآن پاک کوئی الہامی کتاب نہیں بلکہ انسانوں کی خود ساختہ کتاب ہے۔ اس نے دوسرے استغاثہ گواہان کے ہمراہ یہ واقعہ قاری محمد سالم مدعی مقدمہ کو بتلایا۔ محمد افضل اور مختار بھی وہاں موجود تھے۔ انہوں نے گاؤں کا ایک عوامی اجتماع (اکٹھ) منعقد کیا۔ جہاں ملزمہ مسماۃ آسیہ بی بی کو بھی بلایا گیا۔ اور وہاں اُس نے اپنے جرم کا اقرار کیا اور معافی مانگی۔ استغاثہ گواہ کا یہ بیان زیر دفعہ 161 ضابطہ فوجداری تفتیشی افسر کے روبرو قلمبند کیا گیا تھا۔

19۔ استغاثہ گواہ نمبر 1 قاری محمد سالم خود اس مقدمہ کا مدعی بھی ہے۔ اس نے درحقیقت توہین آمیز کلمات براہِ راست نہیں سنے بلکہ استغاثہ گواہان نمبر 2 اور 3 کی وساطت سے سنے۔ لہٰذا اس کی شہادت ''سنی سنائی شہادت'' کے زمرہ میں آتی ہے۔

20۔ استغاثہ گواہ نمبر 4 محمد افضل ولد محمد طفیل ہے۔ وہ ماورائے عدالت اقرار جرم کا استغاثہ گواہ ہے۔ اس نے گواہان بکس میں آ کر بیان کیا کہ وہ بذاتِ خود اس عوامی اجتماع میں موجود تھا۔ جو اس واقعہ کے بعد منعقد کیا گیا۔ جس میں مسماۃ آسیہ بی بی کو لایا گیا۔ جہاں اُس نے اپنے جرم کا اعتراف کیا اور معافی کی درخواست کی۔

21۔ CW-I ایک اہم گواہ تھا جس کا نام محمد ادریس ولد حاجی احمد دین ہے جو کہ فالسہ باغ کا مالک ہے۔ گواہان کے کٹہرے میں آ کر اُس نے بیان دیا کہ مورخہ 14-06-2009 کو وہ اپنے گھر میں موجود تھا۔ مسماۃ مافیہ بی بی، مسماۃ عاصمہ بی بی، مسماۃ یاسمین بی بی، قاری محمد سالم اور مختار احمد کے ہمراہ اس کے پاس آئے۔ اور اس سے عدالت میں موجود ملزمہ مسماۃ آسیہ بی بی کی طرف سے آنحضرت ﷺ اور قرآن پاک کی توہین، قابلِ اعتراض اور حقارت آمیز کلمات کہے جانے کا واقعہ بیان کیا۔ مورخہ 19-06-2009 کو گاؤں کا ایک عوامی اجتماع مختار احمد کے گھر پر منعقد ہوا۔ جس میں وہ بھی موجود تھا۔ مسماۃ آسیہ بی بی جو کہ عیسائی ہے، وہاں بلائی گئی جہاں اس کے روبرو اس نے اپنے جرم کا اعتراف کیا۔ اس کے بیان کے مطابق:

''اس ملزمہ خاتون نے توہین رسالت کے جرم کا ارتکاب کیا اور نازیبا اور تضحیک آمیز الفاظ قرآن مجید کے متعلق استعمال کیے۔ اور معافی چاہی۔''

اس گواہ کا بیان تفتیشی آفیسر کے روبرو بھی ریکارڈ کیا گیا تھا۔

22۔ اس نے یہ بات زور دے کر کہی کہ مسماۃ آسیہ بی بی نے حضور نبی کریم ﷺ کی توہین اور قرآن کے متعلق تضحیک آمیز الفاظ استعمال کرنے کے جرم کا اقرار اس واقعہ کے فوراً بعد اس کے روبرو کیا۔ کیونکہ جونہی یہ واقعہ پیش آیا۔ وہ (CW-I) پہلا مرد شخص تھا، جو اس باغ کے مالک ہونے کے ناتے سے ان لڑتی ہوئی خواتین کی طرف متوجہ ہوا کیونکہ وہ خود باغ میں ہی موجود تھا۔

23۔ وقوعہ کی جگہ پر اس کی موجودگی ایک قدرتی امر ہے۔ کیونکہ ہمارے معاشرہ میں مالکان عام طور پر اپنے کاروبار کی جگہ پر موجود رہتے ہیں۔ خاص طور پر پھلوں کے

باغات کے مالکان مزدوروں کی جانب سے چوری روکنے کے لیے، اور خاص طور پر جبکہ خواتین ورکرز کام کر رہی ہوں، پر نگرانی کے لیے وہاں موجود ہوتے ہیں۔ اس کی ملزمہ، خاتون ورکر سے کوئی دشمنی بھی نہیں ہے اور وہ ایک عرصہ سے اس کے ہاں ملازمت میں تھی۔ اس نے ملزمہ کو اعتراف جرم کرنے کے بعد ملازمت سے برطرف کر دیا جو کہ اس کی جانب سے ایک قدرتی ردِ عمل تھا۔ لہٰذا اس کی شہادت نہایت قابل اعتماد اور فطری ہے۔ وکیل صفائی بھی اس گواہ پر جرح کے دوران اس کی گواہی پر کوئی شک وشبہ پیدا نہ کر سکا۔

24۔ چنانچہ استغاثہ گواہ نمبر 2 اور استغاثہ گواہ نمبر 3 جو کہ واقعہ کے چشم دید گواہ ہیں، کے بیانات، بابت توہین آمیز کلمات، واقعہ کے وقت، تاریخ، مقام اور وقوعہ کے دِن کے متعلق مکمل طور پر ایک جیسے ہیں اور انہوں نے اپنے بیانات میں کسی بد دیانتی سے کوئی اضافہ نہیں کیا۔ دونوں استغاثہ گواہان خواتین نے ملزمہ خاتون کے علاوہ کسی اور شخص کو اس الزام میں ملوث نہیں کیا۔ دونوں استغاثہ خواتین گواہان کی ملزمہ سے کوئی پرانی دشمنی بھی نہ ہے۔ اس طرح استغاثہ گواہان نمبر 1 نمبر 4 اور CW-I کی بھی ملزمہ خاتون یا اس کے خاندان کے کسی مرد شخص سے کوئی پرانی دشمنی نہ ہے، کہ جس کے باعث انہوں نے ملزمہ کے خلاف عدالت میں بیان دِیا ہو۔

25۔ استغاثہ گواہان نمبر 2 اور نمبر 3 نوجوان غیر شادی شدہ لڑکیاں ہیں۔ ان کی ملزمہ خاتون کے ہمراہ فالسہ کھیت میں موجودگی ایک قدرتی امر ہے۔ کیونکہ یہ سب اس باغ میں فالسہ توڑنے کی مزدوری کا کام کرتی تھیں۔ لہٰذا وہ کوئی بدنیت یا اتفاقیہ گواہان نہیں ہیں۔

26۔ ہمارے معاشرے میں عام طور پر خواتین فوجداری مقدمات میں بطور مدعی یا گواہ بننے سے احتراز کرتی ہیں۔ خاص طور پر غیر شادی شدہ نوجوان لڑکیوں کے والدین اپنی بچیوں کو تھانوں، پولیس افسران کے روبرو اور عدالتوں میں بیانات ریکارڈ کروانے اور وکیلوں۔ کے دوران جرح چبھتے سوالات کی وجوہات کی بناء پر اس کی قطعاً اجازت نہیں

دیتے۔ لیکن زیرِ غور مقدمہ میں ان خواتین (استغاثہ گواہ نمبر 2 اور نمبر 3) نے ہر قدم اختیار کیا۔ کیونکہ وہ توہین رسالت برداشت نہیں کر سکتی تھیں۔ مسماۃ یاسمین بی بی جو کہ ایک اور استغاثہ گواہ تھی، عدالت کی کارروائی کے دوران مسلسل عدالت میں پیش ہوتی رہی۔ تاہم اس کی گواہی غیر ضروری جان کر ترک کر دی گئی۔

27۔ اس مقدمہ کا ایک اور اہم پہلو یہ ہے کہ مسماۃ آسیہ بی بی نے اپنے بیان زیرِ دفعہ 342 ضابطہ فوجداری کے تحت ریکارڈ کیے گئے سوال نمبر 7 کہ اس کے خلاف یہ مقدمہ کیوں درج ہوا، کے جواب میں اپنے جرم کا اعتراف کرتے ہوئے کہا:

''میں دیگر متعدد خواتین کے ہمراہ کھیت میں کام کر رہی تھیں۔ مسماۃ مافیہ بی بی اور مسماۃ عاصمہ بی بی دونوں خواتین کا میرے ساتھ پانی لانے کے معاملہ پر تنازعہ ہوا۔ جو کہ میں نے ان کے لیے لانے کی پیشکش کی لیکن انہوں نے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا کہ چونکہ میں ایک عیسائی ہوں، لہٰذا وہ عیسائی کے ہاتھ سے پانی نہیں پیتیں۔ اس بات پر جھگڑا پیدا ہوا، اور میرے اور استغاثہ گواہان خواتین کے مابین تلخ کلامی ہوئی۔''

28۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس تلخ کلامی کی نوعیت کیا ہوگی؟ جب ایک عیسائی اور مسلمان خواتین، کی جانب سے ایک عیسائی خاتون کے ہاتھ سے پینے کا پانی لینے کا انکار کر دیا گیا۔ لہٰذا اس واقعہ نے ایک مذہبی جھگڑے کی شکل اختیار کر لی، اور تلخ کلامی ماسوائے توہین رسالت ﷺ کے کوئی دوسری نہیں ہو سکتی۔

29۔ یہاں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اس گاؤں میں عیسائی حضرات کی ایک کثیر تعداد مسلمانوں کے ساتھ کئی نسلوں سے آباد ہے لیکن ماضی میں اس قسم کا کبھی کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔ مسلمان اور عیسائی دونوں ایک دوسرے کے مذہبی جذبات اور اعتقادات کے سلسلے میں برداشت اور رواداری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اگر توہین رسالت ﷺ کا اس قسم کا کوئی واقعہ پہلے کبھی اس گاؤں میں پیش آیا ہوتا، تو یقیناً فوجداری مقدمات اور مذہبی جھگڑے اس گاؤں میں پہلے سے موجود ہوتے۔ لہٰذا

اس دفعہ یقینا توہین رسالت ﷺ کا اِرتکاب ہوا ہے۔ جس کے باعث مقدمہ درج ہوا اور عوامی اجتماع بھی منعقد ہوا۔ اور یہ معاملہ اس قصبے اور اِردگرد میں موضوع بحث بن گیا۔

30۔ یہاں یہ ذکر کرنا بھی مناسب ہوگا۔ کہ نہ تو ملزمہ خاتون نے اپنی صفائی میں کوئی شہادت پیش کی، اور نہ ہی دفعہ (2)340 ضابطہ فوجداری کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے اوپر لگائے گئے اِلزامات غلط ثابت کیے۔

31۔ مندرجہ بالا بحث کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ استغاثہ نے اس مقدمہ کو کسی شک وشبہ سے بالاتر ثابت کر دیا ہے۔ تمام استغاثہ گواہان نے استغاثہ کے مؤقف کی متفقہ اور مدلل انداز میں تائید وتصدیق کی ہے۔ استغاثہ گواہان اور ملزمہ، اُن کے بزرگوں، یا ان کے خاندانوں میں کسی دشمنی کا وجود نہیں پایا جاسکا۔ لہٰذا ملزمہ خاتون کو ناجائز طور پر اس مقدمہ میں ملوث کیے جانے کا قطعاً کوئی امکان نہیں۔ ملزمہ کو اس مقدمہ میں کوئی رعایت دیے جانے کا بھی کوئی جواز موجود نہیں۔ لہٰذا میں ملزمہ مسماۃ آسیہ بی بی زوجہ عاشق کو زیر دفعہ 295/C تعزیرات پاکستان موت کی سزا کا مجرم ٹھہراتا ہوں۔ ملزمہ کو اس کی موت واقع ہونے تک گردن سے لٹکایا جائے۔ تاہم سزائے موت پر عملدرآمد اس وقت تک ملتوی رہے گا، جب تک معزز عدالت عالیہ لاہور سے اس فیصلے کی تصدیق نہیں ہوجاتی۔ مجرمہ عدالت کے روبرو حراست میں موجود ہے، جس کو بتا دیا گیا ہے، کہ وہ اس فیصلے کے خلاف 7 روز کے اندر اپیل دائر کرسکتی ہے۔ اس کو -/1,00,000 روپے جرمانہ کی ادائیگی کا حکم بھی دیا جاتا ہے۔ جس کی عدم ادائیگی کی صورت میں اس کو چھ ماہ کی مزید قید محض دی جائے گی۔ فیصلے کی نقل ملزمہ کو بغیر کسی ادائیگی کے فراہم کی جائے گی۔ فائل مکمل کیے جانے کے بعد ریکارڈ روم میں محفوظ کی جائے۔

دستخط: ایڈیشنل سیشن جج

فیصلہ سنایا گیا: 8 نومبر 2010ء